ڈاکٹر شائستہ حمید خان

اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ اردو، شعبہ اُردو، جی سی یونیورسٹی، لاہور

ڈاکٹر ریحانہ کوثر

ایسوسی ایٹ پروفیسر، صدرِ شعبہ اُردو، لاہور کالج فار ویمن یونیورسٹی، لاہور۔

ماجد مشتاق

لیکچرار، جی سی یونیورسٹی، فیصل آباد

غلام عباس اور چیخوف کا موضوعاتی اشتراک

Dr. Shaista Hameed Khan
Assistant Professor, GC University, Lahore.
Dr. Rehana Kausar
Associate Professor, Lahore Collage for women University, Lahore.
Majid Mushtaq
Lecturer, GC University, Faisalabad.

Thematic Collaboration of Ghulam Abbas and Chekhov

Ghulam Abbas and Chekhov both are the credible names in the world of literature. Both of them wrote lot of famous and fantastic short stories to promote the literature of their era. The main subject of Ghulam Abbas short stories is taken from the surrounding and his style of writing is very simple and clear to everyone. On the other side Chekhov has also same topics. Their main concern and subject of short stories is to write for the lives of human beings. After comparing Ghulam Abbas and Chekhov's writings we have to know that being different places they have lot of similarities in their visions, topics and artistic writings even one is from Russia and other is from Subcontinent. Whatever they write is full of the taste of art and provide or convey it to the fragrance of art. This research article deals with the comparison of both legendry writers.

Keywords: *Ghulam Abbas, Chekhov, short stories, Russia, Subcontinent, legendry writers.*

ISSN (Print): 2709-9636 | ISSN(Online) : 2709-9644 | ISSN-L : 2709-9636

غلام عباس اور چیخوف ادب کی دُنیا کے معتبر نام ہیں۔ دونوں ادبا نے اپنے عہد کے ادب کی ترقی و ترویج کے لیے عمدہ افسانے لکھے۔ دونوں افسانہ نگاروں کے موضوعات عام زندگی سے چُنے ہوئے اور اندازِ بیان نہایت سادہ ہے۔ افسانہ نگاری کے تقابل سے اندازہ ہوتا ہے کہ مختلف علاقوں میں مقیم ہونے کے باوجود دونوں کے موضوعات، نظریات اور فنی اصطلاحات ایک دوسرے سے کافی حد تک مماثل ہیں۔ غلام عباس کا تعلق برصغیر سے جبکہ چیخوف روس سے تھا۔ دونوں افسانہ نگاروں نے جو کچھ تحریر کیا اس میں فن کی چاشنی کو سمو کر قارئین کی نظر کر دیا۔ دونوں کی تحریریں آج بھی تروتازہ اور بامعنی ہیں۔

اُردو ادب کے منظر نامہ پر چیخوف کے بہت گہرے اثرات مرتب ہوئے ہیں۔ اُردو افسانہ نگاروں نے عالمی ادب کے اُفق پر چمکنے والے نمایاں اور روشن ستاروں جن میں موپساں، کافکا، جیمز جوائس، مارس وغیرہ شامل ہیں، کے تخلیقی سرچشموں سے اپنے فن کو سیراب کیا۔ اس حوالے سے ممتاز شیریں نے اپنے مضمون ”اُردو افسانے پر مغربی افسانے کے اثرات“ میں مکمل تفصیل بیان کی ہے۔

افسانے کی پیدائش اور ارتقا زیادہ سے زیادہ دو سو برس کی کہانی ہے لیکن ہمارے ہاں اسے محض چند ہی سالوں میں مقبول بنانے میں روس کے کلاسیکی افسانہ نگاروں کے ساتھ ساتھ روسی ادب کے نسبتاً نئے ناموں بالخصوص چیخوف کا بڑا حصہ ہے۔ غلام عباس اور چیخوف لطیف اور نازک تاثرات کے حامل متنوع موضوعات کے گرد اپنی کہانیوں کے تانے بانے بنتے ہیں۔ عام طور پر متوسط طبقے کی شہری یا دیہی زندگی اُن کی کہانیوں کا مرکز بنتی ہے۔ اُن کے ہاں زندگی کا احساس شدید ہے اور تنوع کا حامل ہے۔ علاوہ ازیں جیسے چیخوف نے اپنے افسانوں میں انسانی نفسیات کے مختلف پہلوئوں پر روشنی ڈالی ہے بالکل اُسی طرح غلام عباس نے بھی ایسے ہی ہتھیار استعمال کرتے ہوئے نفسیاتی حقائق کو رمزیت کے ساتھ بہت لطیف پیرائے میں بیان کیا ہے۔

غلام عباس کے فن میں موجود غیر جانبداری عام انسان بحیثیت کردار، جزئیات نگاری یہ سب عناصر اُنھیں چیخوف کے قریب تر قرار دیتے ہیں۔ اُنھوں نے نو آبادیاتی نظام کی یلغار اور سرمایہ داری کی مضبوط ہوتی گرفت کے اندر سسکتی انسانیت کا قریب سے مشاہدہ کیا اور سب سے پہلے جو چیز اُنھیں چیخوف سے مماثل کرتی ہے وہ اسی دھیمے لہجے سے زمانے کی تلخیوں کو بیان کر دیتے ہیں۔ شہزاد منظر رقمطراز ہیں:

ISSN (Print): 2709-9636 | ISSN(Online) : 2709-9644 | ISSN-L : 2709-9636

"غلام عباس بنیادی طور پر حقیقت نگار تھے اس لیے اُنھوں نے زندگی بھر حقیقت نگاری کے دامن کو مضبوطی سے تھامے رکھا اور معاشرے میں جو برائیاں اور اچھائیاں دیکھیں اُنھیں ہوبہو پیش کرنے پر اکتفا کیا۔" (۱)

غلام عباس نے حقیقت نگاری کی جو صورت اختیار کی اس میں بے باکی اور انقلابی ہیجان انگیزی کے عناصر نہ ہونے کے برابر ہیں۔ وہ ایسا کر بھی سکتے تھے کیونکہ چیخوف کی طرف اُن کا تعلق بھی غریب گھرانے سے تھا۔ اُنھیں بھی آغاز سے ہی محنت مزدوری سے سابقہ پڑا تھا جس کی بدولت برداشت اور حوصلہ مندی کے جوہر بدرجہ اُتم اُن کی ذات میں گھل مل گئے تھے۔ اُن کے ہاں بے بسی ہے، مجبوری ہے، کچھ بھی نہ کر سکنے اور ایک ہی چکر میں مسلسل گھومے چلے جانے کا عذاب ہے۔ گھن گرج نہیں، غم و غصہ نہیں بلکہ دھیما پن ہے۔ مدھم احتجاج اور تلخ حقیقت نگاری ہے۔

چیخوف کے بہت سے افسانوں میں اور بہت سے کرداروں کے باطن میں زندگی کی لایعنیت کا احساس دکھائی دیتا ہے جس کی مثال اس کے بہت سے کردار ہیں جو ایک ہی ڈگر پر زندگی بسر کرنے پر مجبور ہیں اور اس ڈگر پہ چلتے چلتے جب ان کی روح میں لایعینت کا احساس جاگنے لگتا ہے تو وہ فرار کی کوئی راہ دکھائی دینے پر خراج کا شکار ہو جاتے ہیں۔ بالکل اسی طرح غلام عباس کے افسانوں میں بھی زندگی کی لایعنیت کا احساس ملتا ہے۔ انسان کے شب و روز کولہو کے بیل کی طرح محنت، زندگی کی اُکتا دینے والی روزمرہ کیفیات کی مثال افسانہ "چکر" ہے جس کے مطالعہ سے گمان ہونے لگتا ہے کہ یہ افسانہ غلام عباس نے نہیں بلکہ چیخوف نے تحریر کیا ہے۔ اس افسانے میں غلام عباس کے لیے اقتصادی بدحالی اور معاشرتی عدم مساوات کے بارے میں جذباتی وعظ دینے کی بہت گنجائش تھی مگر اُنھوں نے ایسا نہیں کیا۔

غلام عباس کے افسانوں میں زندگی کے ہر ہلکے سے ہلکے تنفس کی جھنکار سنائی دیتی ہے۔ اُنھوں نے انسانی دل کی اتھاہ گہرائیوں میں ڈوب کر اُس کے ہر چھوٹے بڑے راز کی غمازی کی ہے۔ ممتاز شیریں چیخوف کے بارے میں لکھتی ہیں:

..."وہ لکھتے ہوئے اپنے موضوع میں ڈوب ڈوب جاتا ہے۔ اپنے کرداروں کے جذبات و احساسات اور کیفیات کو اپنے آپ پر اس طرح طاری کر سکتا تھا جیسے وہ خود ہی ایسے تجربے سے گزر رہا ہو۔ انسان کی حیثیت سے وہ اپنے کرداروں میں گھل مل جاتا تھا لیکن ایک فنکار

کی حیثیت میں وہ علیحدگی برابر قائم رکھتا تھا جو ایک بڑے فنکار میں ہونی چاہیے۔ چیخوف کی
سچی ہمدردی نے کبھی رقت اور جذباتیت کی شکل اختیار نہیں کی۔" (۲)

چیخوف کے ہاں ہمیں روئے زمین پر بسنے والے بیشتر کردار اپنی مکمل شناخت اور تعارف کے ساتھ دکھائی دیتے ہیں بالکل اُسی رنگ میں غلام عباس کے ہاں بھی یہ بات دکھائی دیتی ہے۔ چیخوف اپنے افسانوں میں ہر کردار کا تعارف مکمل تفصیل اور جزئیات سے بیان کرتا ہے۔

غلام عباس کے تمام کردار اپنی ساخت اور لباس کے اعتبار سے یوں سامنے آتے ہیں جیسے کیمرے سے بنائی کوئی تصویر ہو۔ تاہم اُن کا کمال یہ ہے کہ وہ کرداروں کے ساتھ معاشرتی حقائق رفتہ رفتہ اس طرح شامل کرتے جاتے ہیں کہ خاموش چہرے بولتے ہیں۔ اگر غلام عباس اور چیخوف کے افسانوی کرداروں کا تقابل کیا جائے تو یہ بات واضح طور پر ثابت ہو جاتی ہے کہ دونوں کے ہاں کرداروں کی جزئیات کو کس قدر اہمیت حاصل ہے۔ چیخوف کے افسانوں میں شامل کرداروں کی چند مثالیں ملاحظہ ہوں:

"ایک بے حد لاغر ٹھگنا کسان ہُن کے ریشے کی دراض قمیض اور پیوند لگے زیر جامہ میں
ملبوس تفتیشی اور لٹکتی ہوئی بھوئوں کے نیچے اُس کی بمشکل دکھائی دینے والی آنکھیں اس کی
بے زاری اور بدمزاجی کی مظہر ہیں۔ وہ برہنہ ہے۔ اُس کا سر اُلجھے اور بکھرے ہوئے بالوں کا
پورا جھاڑن لگتا ہے۔" (۳)

"دوپہر کا وقت تھا، دلدیریف ایک دراز قد اور سڈول جسم دیہاتی جس کا سر گٹھا ہوا اور
آنکھیں اُبھری ہوئی تھیں۔" (۴)

بالکل اسی طرح غلام عباس کے افسانوں میں بھی کرداروں کے مختلف انداز، سوچ، لباس، وضع قطع، طور طریق نیز ہر ایک جزو کا تفصیلی تعارف موجود ہے۔ مثال ملاحظہ کریں:

"یہ شخص درمیانے قد اور چھریرے بدن کا تھا۔ شربتی آنکھیں جن میں سُرمے کے
ڈورے، سفید رنگت، چھوٹی چھوٹی مونچھیں، چہرے پر چیک کے مٹے مٹے داغ، دانت پانوں
کے کثرت استعمال سے سیاہی مائل سرخ ہو گئے تھے۔ گھنگھریالے بال جو ہر وقت آنولے
کے تیل میں بسے رہتے، بائیں طرف مانگ نکلی ہوئی۔" (۵)

> ”اُس کی عمر پچاس سال کے لگ بھگ تھی۔ ہاتھ پیر بھی مضبوط تھے۔ معلوم ہوتا تھا جوانی میں صحت بہت اچھی ہو گی۔ اُس کا لباس گرمی، سردی ہر موسم میں قریب قریب ایک ہی وضع کا تھا۔ کھدر کا کرتا، موٹی ململ کی دھوتی، چارخانے کے کپڑے کا کوٹ، سر پر سیاہ کرمئی ٹوپی، پاؤں میں نری کا جوتا... علاوہ ازیں ایک پرانا چھاتا جس کی موٹھ ہاتھی دانت کی اور فیشن ایبل بنی ہوئی تھی۔“ (۶)

دونوں کے افسانوی کرداروں کے تقابل سے اندازہ ہوتا ہے کہ غلام عباس بھی چیخوف کی طرح اپنے کردار کی مکمل جزئیات بیان کرتے ہیں بلکہ دونوں کی کردار نگاری میں داخلی حیثیت بھی افسانوں میں بارہا جھلکتی ہے اور یوں کردار کے ظاہری خدوخال کے ساتھ ساتھ داخلی کیفیت بھی جزئیات کے ذریعے سامنے آجاتی ہیں۔

چیخوف کے افسانوں کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ ان میں انجام موجود نہیں ہوتا یعنی اس کے افسانوں میں کہانی ایک دائرے میں گردش کرتی ہے اور کہیں بھی کہانی کا خاتمہ نہیں ہوتا۔ کہانی ایک پورے دائرے میں گھوم کر پھر نقطۂ آغاز پر واپس آجاتی ہے اور انسان سوچتا ہے کہ اس کا انجام کیا ہو گا۔ ڈاکٹر مرزا حامد بیگ لکھتے ہیں:

> ”غلام عباس دھیمے مزاج کے آدمی تھے۔ موضوعات کے تنوع کے باوجود اُن کے افسانوں کا وصف خاص ماحول سے متعلق کامیاب جزئیات نگاری، زندگی کا گہرا ادراک اور منفرد اسلوب نگارش ہے۔“ (۷)

چیخوف اور غلام عباس کے تقابل سے ایک اور مماثلت جو سامنے آتی ہے وہ ان دونوں مصنفین کی کہانیوں میں اجتماعی زندگی کے دکھ سکھ، محرومیاں، تلخیاں اور خوشیاں تتلیوں کی طرح رقصاں اور پروانوں کی طرح سلگتی دکھائی دیتی ہیں۔ ان کے فن کی دنیا میں انسانی کمزوریاں یا مجبوریاں آہستہ آہستہ ایسی المناک صورتحال پیدا کر دیتی ہیں کہ مدافعت اور مراجعت کا کوئی بھی امکان باقی نہیں رہتا۔ ممتاز شیریں چیخوف کے بارے میں لکھتی ہیں:

> ”چیخوف کے افسانے ایک مدھر نشیلی فضا میں ملفوف ہوتے ہیں۔ اُن میں عمل کے ساتھ ساتھ کیفیات اور احساسات ہیں نازک گہرا احساس اور سارے افسانے پر کہرے کی طرح چھایا ہوا دھیما دھیما غم اور لطیف مایوسی۔“ (۸)

غلام عباس کے افسانوں کی فضا بھی ایسی مدھر، نشیلی اور دھیمے دھیمے سلگتے ہوئے غم کی حامل ہے۔ ایسا ہی ایک سلگتا ہوا کہرے میں ڈوبا ہوا ”اوور کوٹ“ ہے جس میں غلام عباس نے انسان کا صرف انسان کی حیثیت سے

مطالعہ کیا ہے۔ یہ ایک عام شخص کی داستان ہے جس کو کوئی نام نہیں۔ وہ ہلاکت کا مارا ہوا انسان ہے مگر دنیا کو دکھانے کے لیے اُس نے اوور کوٹ پہن رکھا ہے۔ ڈاکٹر فوزیہ اسلم کے بقول:

> ”درحقیقت غلام عباس نے اس قسم کے کرداروں کے ذریعے اس معاشرتی تضاد کو افسانوں کا موضوع بنایا ہے جو ہماری زندگی میں ناسور کی مانند پھیل چکا ہے۔ غلام عباس اپنے نشترِ فن سے اس ناسور کو چیر دیتے ہیں۔“ (۹)

چیخوف کے ہاں کچھ ایسے افسانے بھی ملتے ہیں جن میں غلام عباس کی طرح انسان کو اسی طرح بیان کیا ہے اور اُس کی باطنی رمزیں تہ در تہ دریافت کی ہیں اور اچھے خاصے خوش باش نوجوان کی روحیں عریاں کر کے ہمارے سامنے رکھ دی ہیں۔ مگر ایسا کرتے ہوئے اُس نے انسان اور اُس کی زندگی کے بخیے نہیں ادھیڑے بلکہ سیدھے سادے سبھاؤ میں ہمارے سامنے رکھ دیا ہے۔ چیخوف کے افسانے ”مجرم“، ”خوش باش آدمی“، ”گناہ گار“ اور ”اُف! یہ لوگ“ وہ افسانے ہیں جن کے کردار غلام عباس کے کرداروں سے مماثل ہیں۔

چیخوف کی طرح انسان کے اندر سے ایک اور انسان بیان کرنا غلام عباس کا پسندیدہ طریقہ کار ہے۔ اُن کے بیشتر افسانوں میں یہی انداز کار فرما ہے۔ افسانہ ”کن رس“ کا فیاض بے حد شریف، محنتی اور اپنے کنبہ سے محبت کرنے والا! لیکن یہ افسانہ انسانی کمزوری کی وہ دردناک روداد ہے جو ایک ہنستے بستے کنبے کو زوال کی طرف گامزن کر دیتی ہے۔

چیخوف اور غلام عباس کے افسانوں کے تقابل سے معلوم ہوتا ہے کہ دونوں کے ہاں اُن کے عہد کا گہرا سماجی شعور بھی موجود ہے۔ جس طرح چیخوف کے افسانوں میں معاصر روسی زندگی پوری آب و تاب سے فروزاں ہے، مکمل حالات میں سانس لیتی ہے اور روسی زندگی کا سمندر رواں دواں ہے بالکل اُسی طرح غلام عباس کے ہاں بھی معاصر زندگی، معاشرے کے کمزور پہلوؤں کی عکاسی اور عام انسان کی مشکلات کا بیان ملتا ہے۔ نہایت دھیمے پن اور سنجیدگی مگر فنی نقطہ نگاہ سے وہ اپنے اردگرد پھیلی زندگی اور ہجوم کو اپنا موضوع بنا کر فن کے پیکر میں ڈھال لیتے ہیں۔

غلام عباس کے افسانوں میں معاشی استحصال ہے، ظلم کی مختلف صورتیں ہیں اور کمزور انسان کو اس کے ناکردہ جرائم کی سزا دی گئی ہے۔ اسی طرح افسانہ ”دو تماشے“ میں سماج اور انسان کے وجود کے تضاد کو اُبھارا گیا ہے اور ایسی تصویر دکھائی گئی ہے جس میں لوگ حقیقی دکھوں اور محرومیوں پر تو ناک بھوں چڑھاتے ہیں مگر فلم میں اُن کی نقالی دیکھ کر آہیں بھرتے اور آنسو بہاتے ہیں۔ اس میں مرزا برجیس اندھے بھکاری کی پانچ سالہ بچی کو دُھتکارتے ہیں

مگر جب فلم میں سکرین کے پردے پر ایک بھکاری بچے کو دیکھتے ہیں تو آنسو بہانے لگتے ہیں اور سوچتے ہیں: ”سرکار ایسی دردناک فلم دکھانے کی اجازت کیوں دیتی ہے۔“(۱۰) یہ ایک مختصر سا افسانہ ہے مگر اس میں بیان کیا جانے والا تضاد زندگی وسیع کینوس پر حاوی ہوجاتا ہے۔ ن م راشد لکھتے ہیں:

> ”غلام عباس کے اکثر کرداروں کے موجود میں ایک عجیب و غریب ثنویت یا دہرا پن ہے۔ اُن کا ایک چہرہ اکثر دکھاوے کے لیے ہوتا ہے جس کی حیثیت گویا خطیب کی چرب زبانی کی ہے جس سے وہ لوگوں کے دل موہنے کی کوشش کرتا ہے۔ دوسرا چہرہ اُن کے دل کا آئینہ ہوتا ہے۔“ (۱۱)

چیخوف کے افسانوں میں ایک اہم موضوع جنسی ناآسودگی ہے۔ اُس کے بیشتر افسانوں کے نسوانی کردار جنسی طور پر ناآسودہ دکھائی دیتے ہیں اور اس امر کا اظہار بھی کھلے بندوں کرتے ہیں۔ افسانہ ”بلائے بے درماں“، ”ایک غیر معمولی“ اور ”خزاں میں بہار“ اس کی بہترین مثالیں ہیں۔ انیس ناگی کہتے ہیں:

> ”چیخوف نے اپنے مزاج کے مطابق افسانے کا سٹرکچر تعمیر کیا۔ اُس کے افسانوں میں ایک دھیما پن ہے۔ وہ افسانوں کے انجام کو سنسنی خیز نہیں بناتا۔ وہ خارجی واقعات کے ساتھ کرداروں کے اندرونی حالات کو بھی پہلو بہ پہلو چلاتا ہے۔“ (۱۲)

غلام عباس نے بھی اس موضوع کو سفاک حقیقت نگار کے طور پر بیان کیا ہے جس میں دور دور تک جانبداری کا شائبہ دکھائی نہیں دیتا اور یہ نقطۂ نظر بیان کرتے ہیں کہ محبت کوئی وجود نہیں رکھتی بلکہ باہمی ضرورت ہے جو دو لوگوں کو جوڑے رکھتی ہے اور جن کے تحت دونوں وجود ایک دوسرے کو برداشت کرنے اور ساتھ رہنے کے لیے مجبور ہیں اور یہی مجبوری محبت ہے۔ غلام عباس کا افسانہ ”سمجھوتا“ اسی موضوع کا احاطہ کرتا ہے جس میں ایک تلخ حقیقت یعنی جنسی اعتبار سے عورت کی سماجی حیثیت کیا ہے؟ پابندیاں اور قوانین عورت کے لیے ہیں اور مرد ان پابندیوں سے مستثنیٰ ہیں۔ چیخوف کے افسانہ ”بلائے بے درماں“ میں بھی مرکزی کردار ”نکولی“ کی بیوی رات رات بھر باہر رہتی ہے اور وہ اس بات پر تاؤ میں آجاتا ہے۔ اسے بیوی سے محبت ہے مگر وہ اسے معاف نہیں کرنا چاہتا اور روز بروز وہ ضدی اور چڑچڑا ہوتا جاتا ہے:

> ”اسے اپنی بیوی کے کمرے میں صندوقچے کے نیچے رکھا ہوا ایک تار ملا... اُسے پڑھنے لگا۔ یہ اُس کی بیوی کے نام تھا اور اُس کی ساس کے گھر سے بھیجا گیا تھا... مانٹی کارلو سے آیا تھا، اس پر

ISSN (Print): 2709-9636 | ISSN(Online) : 2709-9644 | ISSN-L : 2709-9636

میکائل کے دستخط تھے... ڈاکٹر تار کا ایک لفظ بھی نہ سمجھ سکا۔ یہ کسی دوسری زبان میں تھا شاید انگریزی میں...'' (۱۳)

اُس نے انگریزی لغت اُٹھائی اور الفاظ کا ترجمہ کر کے تار کے مطلب پر غور کرنے لگا۔ کچھ دیر بعد وہ یہ جملہ بنا لینے میں کامیاب ہوا:

''میں اپنی عزیز اونگا کا جام صحت نوش کرتا ہوں اور اس کے چھوٹے نازک پیر کے ہزاروں بوسے لیتا ہوں اور اس کی آمد کا بے چینی سے منتظر ہوں۔'' (۱۴)

یہ پڑھ کر نکولی کی حالت غیر ہو گئی اور یہی صورتحال ہمیں غلام عباس کے افسانے ''سمجھوتہ'' میں دکھائی دیتی ہے۔ جب افسانے کے مرکزی کردار کی بیوی گھر سے بھاگ جاتی ہے تو وہ بھی اسی رنج، کرب اور مایوسی کا شکار ہوتا ہے:

''اُس کی مغرور بیوی سودائیوں کا سا حال بنائے سر جھکائے سامنے کھڑی تھی۔ اُس کے کپڑے میلے چکٹ ہو رہے تھے، بال اُلجھے ہوئے تھے، چہرہ زرد تھا اور آنکھوں میں گڑھے۔ اُسے اس حال میں دیکھ کر معاً ایسا گمان ہوا جیسے کوئی کتیا کیچڑ میں دوسرے کتوں کے ساتھ لوٹ کر آئی ہو۔'' (۱۵)

سمجھوتہ کا یہ مرکزی کردار چیخوف کے افسانے ''بلائے بے درماں'' کے نکولی کی طرح سوچنے لگتا ہے کہ کس طرح ایک ناکارہ، بدذات اور بے شرم عورت کے پنجوں میں گرفتار ہو گیا تھا اور ایک بے بس و مجروح قیدی کی طرح اُس کی خواہشات کا غلام بن کر رہ گیا تھا۔ میکسم گورکی نے چیخوف کے بارے میں کہا تھا:

''چیخوف کے افسانوں کا مطالعہ کرتے وقت ایسا لگتا ہے جیسے آپ موسم خزاں کے اُن اُداس اُداس دنوں میں ادھر ادھر گھوم رہے ہوں جب فضائیں بڑی صاف و شفاف ہوتی ہیں اور برہنہ اشجار، تنگ مکانات اور غیر دلچسپ افراد بہت واضح طور پر نظر آتے ہیں۔ سب کچھ عجیب سونا سونا سا، جامد و ساکن اور بے جان سا لگتا ہے۔ جنگل کی گہری نیلی ڈوریاں بے رونق آسمان سے جا ملتی ہیں جو منجمند کیچڑ سے بھری ہوئی دھرتی کی حالت پر سرد آہیں بھرتا معلوم ہوتا ہے۔ ادیب کی دانش خزاں کے آفتاب کی طرح بڑی رحمانہ صفائی کے ساتھ ناہموار راستوں، ٹیڑھی میڑھی گلیوں اور تنگ اور گندے مکانات پر روشنی ڈالتی ہے جہاں قابل رحم اور حقیر افراد کا اکتاہٹ اور کاہلی سے دم گھٹتا ہے اور وہ چوہوں جیسی بے معنی اور بے خواب دوڑ میں مصروف رہتے ہیں۔''

ISSN (Print): 2709-9636 | ISSN(Online) : 2709-9644 | ISSN-L : 2709-9636

بالکل اسی طرح ن م راشد غلام عباس کے بارے میں کہتے ہیں:

”غلام عباس محض چھوٹے آدمی کا داستان گو ہے جسے کبھی وہ شہر کے کسی دور افتادہ محلے میں جا ڈھونڈتا ہے اور کبھی کبھی گائوں سے جا نکالتا ہے۔ سب سے پہلے اُس کے گرد و پیش کی تصویر کھینچتا ہے کیونکہ اس کے لیے تصور کرنا بھی ممکن نہیں کہ کوئی انسان ماحول سے الگ تھلگ اپنے اندر ہی زندگی بسر کر رہا ہو۔ اُن کا کوئی کردار اپنے آپ میں سحر مست نہیں بلکہ اپنے ماحول کا لازمی جزو ہے۔“ (۱۶)

دونوں بڑے افسانہ نگاروں کے تقابل سے اُن کی ذہنی و علمی صلاحیت میں جو مماثلت پائی جاتی ہے وہ تقریباً ایک جیسی ہی ہے۔ غلام عباس کے افسانوں کے موضوعات عام انسان کی عام زندگی سے چنے ہوئے ہیں۔ پلاٹ اور اندازِ بیان انتہائی سادہ ہیں۔ چیخوف کی مانند اُن کے افسانوں میں بھی شکل سے ہی کوئی رنگین عبارت دکھائی دیتی ہے مگر دونوں اپنے ادبی منظر نامہ میں بڑے فنکار ہیں۔ ڈاکٹر فردوس انور قاضی چیخوف کے بارے میں لکھتی ہیں:

”اس کے افسانوں کو پڑھتے وقت بظاہر تو ایک عجیب غمناکی کا احساس ہوتا ہے جیسے ہم آخر خزاں کے ویران دنوں میں موجود ہیں جہاں ہر چیز ساکت ہے، درختوں کی طرح بے حرکت اور مجبور۔ لیکن افسانے کے پیچھے موجود معنویت سے ہلکی ہلکی روشنی پھیلتی ہوئی محسوس ہوتی ہے۔“ (۱۷)

اسی طرح ایم کروڈیوموو اپنی کتاب "An interesting study on the religious elements in chekhov" میں لکھتا ہے:

"Chekhov,s chief theme was the tragic fate of man im the world"

چیخوف اور غلام عباس دونوں کا شمار اپنے عہد کے بڑے اور نامور ادیبوں اور افسانہ نگاروں میں ہوتا ہے۔ دونوں نے اپنے اپنے ادب کو ترقی دینے کی خاطر عمدہ افسانے اور دیگر ادبی تحریریں لکھیں۔ دونوں اپنے ادبی منظر نامے میں بڑے فنکار ہیں۔ ایک کا تعلق روس سے ہے تو غلام عباس کا تعلق برصغیر سے ہے مگر دونوں نے جو کچھ لکھا فن بنا کر پیش کیا۔ دونوں کے افسانوں کا تقابل کرنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ دونوں مختلف علاقوں میں مقیم رہنے والے دو ایسے افسانہ نگار ہیں جن کے نظریات، موضوعات اور فنی اصطلاحات کس قدر مماثل ہیں۔ دونوں کے ہاں افسانوں کی ہیئت میں فنی جمالیات اور دائمی اقدار کی موجودگی کے باعث اُن کی کہانیاں آج بھی تر و تازہ ہیں۔ دونوں

کے مماثل افسانوں میں چیخوف کا ''گرگٹ'' غلام عباس کا ''بہروپیا''، چیخوف کا ''بلائے دے درماں'' غلام عباس کا ''سمجھوتہ''، چیخوف کا ''شرط'' غلام عباس کا ''حمام'' اور چیخوف کا ''مجرم'' اور غلام عباس کا افسانہ ''جواری'' خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

حوالہ جات

۱۔ شہزاد منظر، علامتی افسانے کے ابلاغ کا مسئلہ، کراچی: منظر پبلی کیشنز، ۱۹۹۰ء، ص:۱۴۹۔
۲۔ ممتاز شیریں، ''مغربی افسانہ کا اثر اُردو افسانے پر'' مشمولہ: نقوش (افسانہ نمبر)، ص:۲۰۰۷۔
۳۔ پروین کلو، ڈاکٹر، ''چیخوف کے بے مثال افسانے''، مشمولہ: نقوش، (افسانہ نمبر)، ص:۷۶۔
۴۔ ایضاً، ص:۱۳۷
۵۔ غلام عباس، کلیات غلام عباس، مرتب: ندیم احمد، کولکاتا: رہروانِ ادب، ۲۰۱۶ء، ص:۹۵۔
۶۔ غلام عباس، کلیات غلام عباس، مرتب: ندیم احمد، ص:۱۷۴۔
۷۔ حامد بیگ، ڈاکٹر، اُردو افسانے کا منظر نامہ، لاہور: اورینٹ پبلشرز، ۲۰۱۲ء، ص:۸۷۔
۸۔ ممتاز شیریں، ''مغربی افسانہ کا اثر اُردو افسانے پر''، ص:۱۰۰۵۔
۹۔ فوزیہ اسلم، ڈاکٹر، اُردو افسانے میں اسلوب اور تکنیک کے تجربات، اسلام آباد: پورب اکادمی، ۲۰۰۷ء، ص:۱۹۳۔
۱۰۔ غلام عباس، جاڑے کی چاندنی، کراچی: انٹرنیشنل پریس، ۱۹۸۰ء، ص:۱۶۹۔
۱۱۔ ایضاً، ص:۷۰۔
۱۲۔ انیس ناگی، نئے افسانے کی کہانی، جمالیات، لاہور: کرشن نگر، ۲۰۰۸ء، ص:۱۱۔
۱۳۔ پروین کلو، ڈاکٹر چیخوف کے بے مثال افسانے، (لاہور: حاجی حنیف پرنٹرز، ۲۰۱۱ء)، ص:۲۹۰۔
۱۴۔ ایضاً، ص:۲۹۱۔
۱۵۔ غلام عباس، کلیات غلام عباس، مرتب: ندیم احمد، ص:۱۹۵۔
۱۶۔ غلام عباس، جاڑے کی چاندنی، ص:۶، ۷۔
۱۷۔ فردوس انور قاضی، ڈاکٹر، اُردو افسانہ نگاری کے رجحانات، لاہور: مکتبہ عالیہ، ۱۹۹۹ء، ص:۲۹۳۔